© rasailojaraid.com

اخبار امت

مشرقی تیمور کی آزادی

محمد ایوب منیر

تقسیم کے بعد آگ اور خون کی وہ ہولی جو مسلم اقلیت کے علاقوں میں کھیلی گئی تھی وہی کہانی آج مشرقی تیمور میں دہرائی جا رہی ہے لیکن اس آگ کو بھڑکتے رکھنے میں لندن' نیویارک' ہانگ کانگ اور دیگر اعصابی مراکز سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد کا بھی بڑا کردار ہے جو انڈونیشیا کو اپنے ہی عیسائی صوبے کے الحاق کی ایسی کڑی سزا دینا چاہتے ہیں کہ آیندہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کان ہو جائیں۔ مشرقی تیمور کی آزادی اہل تیمور کے ساتھ ساتھ صدر امریکہ' عیسائی کلیسا اور ذرائع ابلاغ کے جان دار پراپیگنڈے سے ممکن ہوئی ہے۔

سہارتو کے رخصت ہوتے ہی مشرقی تیمور کی آزادی کا مسئلہ عالمی ذرائع ابلاغ کا موضوع بن گیا۔ صدر حبیبی کو ریفرنڈم کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا اور انڈونیشیا کے عام انتخابات کے بعد ۳۰/اگست کی تاریخ اس کے لیے طے ہو گئی لیکن ریفرنڈم کے بعد تشدد نے اہل انڈونیشیا کو لرزا کر رکھ دیا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مشرقی تیمور کو ایک روز الگ ہونا ہی تھا لیکن عالمی ذرائع ابلاغ انڈونیشیا کو اور اس کی افواج کو بدنام کرنے کے لیے حقائق کو مسخ کر رہے ہیں۔

صدر حبیبی عالمی فوج کی تعیناتی پر کس طرح رضامند ہوئے؟ نیوز ویک کے نمایندے جیفرے بارتھولٹ نے ۲۰ ستمبر کی اشاعت میں تحریر کیا: اقتصادی پابندیوں کی دھمکی سے ہی انڈونیشیا کو عالمی فوج کی تعیناتی کے لیے رضامند کیا جا سکتا تھا۔ نیوزی لینڈ میں ہونے والی ایشیائی اقتصادی کانفرنس میں شرکت سے قبل ہی صدر کلنٹن نے انڈونیشیا سے اقتصادی مراسم توڑنے کا فیصلہ کر لیا' انھوں نے عندیہ دیا کہ ہماری بات مانے بغیر اقتصادی امداد کی اگلی قسط جاری نہ کی جائے گی۔

آئی ایم ایف کے ڈپٹی مینجنگ ڈائرکٹر سٹینلے فیشر نے کہا کہ مشرقی تیمور کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انڈونیشیا پر رقم لٹانا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کے کمپاؤنڈ پر حملہ ہوا تو صدر کلنٹن نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چار کروڑ ڈالر کی فوجی ساز و سامان کی فراہمی پر پابندی عائد کر دی۔ آسٹریلیا مشرقی تیمور کے اندر ۲ ہزار ۵ سو فوجی قیام امن کے لیے بھیجنے پر تیار تھا۔ ۱۲ ستمبر کو انڈونیشیا کی افواج کے سربراہ جنرل ورانتو نے جب اعلان کیا کہ امن فوج کی تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے تو اس بیان کے چند گھنٹے کے بعد صدر بل کلنٹن نے آک لینڈ میں کہا: چند دن کی محنت سے بہت بڑی کامیابی ملی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کلنٹن پھر کامیاب ہو گیا ہے (نیوز ویک' ۲۰ ستمبر ۱۹۹۹)۔

عالمی برادری کن خطوط پر سوچ رہی تھی' اکانومسٹ کا اداریہ نویس تحریر کرتا ہے: سفارت کاری کافی نہیں ہے۔ اقوام متحدہ یعنی سلامتی کونسل کو چاہیے کہ وہ انڈونیشیا کو دھمکائے' اور انڈونیشیا کی رضامندی کے خلاف وہاں فوج استعمال کرے۔ ریفرنڈم کے لیے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے حبیبی کا خیال تھا کہ شاید ووٹ انڈونیشیا کے حق میں ہوں گے۔ آیندہ حبیبی اور فوج کا کوئی جرنیل ایسی غلطی کرنے کا سوچے گا بھی نہیں۔ دنیا کو چاہیے کہ وہ انڈونیشیا کے ذہن سے یہ خیال نکال دے کہ وہ اب مشرقی تیمور پر مزید حکمرانی کر سکے گا (اکانومسٹ' ۱۱ ستمبر ۹۹)۔

تیمور کی نیشنل کونسل برائے مزاحمت کے سربراہ نے ٹھیک کہا: یہ فتح بین الاقوامی سیاست کے میدان کی فتح ہے۔ (ایشیا ویک' ۱۰ ستمبر ۹۹)۔

انڈونیشی حکومت نے کیوں یہ فیصلہ کیا' اسے سمجھنے کے لیے مشرقی تیمور کا تاریخی پس منظر دیکھنا ہو گا۔

مشرقی تیمور انڈونیشیا کے ہزاروں جزائر میں سے ایک جزیرہ ہے جو پہاڑی علاقے پر مشتمل اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ یہ جکارتا سے ۲۵۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے۔ اس کے دارالحکومت دلی (Dilli) کا رقبہ ۱۴ ہزار ۶ سو ۱۵ مربع کلومیٹر اور آبادی سوا آٹھ لاکھ ہے۔ غالب اکثریت عیسائی مذہب کی پیروکار ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عالم عیسائیت کی پشت پناہی کی بدولت ہی مشرقی تیمور کو آزادی نصیب ہو سکی ہے۔

ماضی میں ملایا اور جزائر شرق الہند کا تذکرہ ساتھ ساتھ ملتا ہے۔ ملایا دور جدید میں انڈونیشیا اور ملائشیا جیسی مسلم ریاستوں میں تبدیل ہو چکا ہے جب کہ جزائر شرق الہند تیمور کے نام سے مشہور ہوا۔ نو آبادیاتی دور میں جب ہندستان' مصر' سوڈان اور افریقی ممالک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا گیا تو ہالینڈ نے ان سینکڑوں جزائر پر قبضہ کر لیا جو آج انڈونیشیا کی ریاست کا حصہ ہیں۔ جزیرہ تیمور کے مغربی حصے پر ہالینڈ ہی کا قبضہ رہا لیکن مشرقی تیمور پرتگال کے زیرنگیں آیا اور پرتگال نے چار سو سال تک گندم' چاول' ناریل' صندل' قہوہ' تیل' گیس اور قدرتی وسائل سے مالا مال اس علاقے پر حکومت کی' اور استحصال کیا۔ انڈونیشیا کے آزاد اسلامی مملکت بن جانے کے باوجود مشرقی تیمور پر پرتگال کا پرچم لہراتا رہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۷۴ میں پرتگال کے اندر سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں تو ستمبر ۱۹۷۵ میں اس علاقے کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا اور پرتگال نے یہاں سے اپنی فوجیں نکال لیں۔ چونکہ پرتگال نے انڈونیشیا سے یہ علاقہ حاصل کیا تھا اس لیے صدر سہارتو نے یہاں افواج داخل کر دیں (۵ ستمبر ۱۹۷۵)۔ اس وقت بھی وہاں ۱۵ ہزار انڈونیشی فوجی موجود ہیں اور گذشتہ چوتھائی صدی سے وہاں قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے۔

انڈونیشیا کی حکومت اگر مشرقی اور مغربی صوبہ کو انتظامی طور پر ایک صوبہ بنا دیتی تو شاید اتنے چھوٹے سے رقبے کی ریاست وجود میں نہ آتی لیکن اس وقت حکومت نے مغربی تیمور اور مشرقی تیمور کو الگ الگ انتظامی صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ مغربی تیمور کے مسلمان اور مشرقی تیمور کے عیسائی ایک صوبے میں رہتے ہوتے تو آپس میں میل جول میں اضافہ ہوا ہوتا اور وہ صورت دیکھنے میں نہ آتی جو نظر آ رہی ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی، خواتین سے بدسلوکی اور دیگر واقعات نے صورت حال کو اور بگاڑ دیا۔ فرٹیلین تحریک نے انڈونیشیا کی حکومت کے الحاق کو تسلیم نہ کیا۔ جلد ہی مزاحمتی تحریک کا آغاز کر دیا۔ مغربی ممالک کی امداد کے بغیر یہ تحریک اپنے منطقی انجام تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ امریکہ، آسٹریلیا سمیت عیسائیت کے پیروکار کئی ممالک نے ۲۵ سال تک اس مسئلے کو نہ صرف اقوام متحدہ کے ایوانوں میں زندہ رکھا بلکہ اقتصادی و سیاسی دباؤ ڈالنے کے تمام حربے بھی استعمال کیے۔ صدر سہارتو کے خاندان نے جب ملک کو دیوالیہ کر کے رکھ دیا تو آئی ایم ایف نے گذشتہ سال ۴۳ ارب ڈالر کی قسط منظور ہی اس لیے کی تھی کہ مشرقی تیمور کو اپنی منزل تک پہنچانے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے اور حکومت جکارتا قرضوں میں اس قدر جکڑ جائے کہ اس کے لیے حکم عدولی ناممکن ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا۔

مشرقی تیمور کی آزادی، اس کے بعد قتل و غارت، مارشل لا کے نفاذ اور اقوام متحدہ کی افواج کی تعیناتی کے تمام مراحل کے دوران عالمی ذرائع ابلاغ کا کردار انتہائی جانب دارانہ رہا۔ سب سے غلط منظر کشی یہ کی گئی کہ اس علاقے میں دو لاکھ باشندے مار دیے گئے، حالانکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ انڈونیشیا کے فوجی دستوں نے جنگجو گوریلوں کو اپنا نشانہ ضرور بنایا لیکن بہت بڑی تعداد عیسائی حریت پسند کمانڈوز کی گولیوں کا شکار ہوئی۔ بیماریوں اور قحط سے ہلاک ہونے والے بھی اس میں شامل ہیں۔ مسلح متصادم مزاحمتی گروپوں کی لڑائیوں سے پچھلے ۲۵ سالوں میں جو لوگ ہلاک ہوئے اس میں ان کی تعداد بھی شامل ہے، لیکن سی این این، بی بی سی اور اے بی سی نے اپنی نشریات کے ذریعے یہ تاثر دینے کی مسلسل کوشش کی کہ گویا یہ تمام لوگ چند ماہ میں انڈونیشیا کی افواج کی گولیوں کا شکار ہوئے ہیں۔

حکومت انڈونیشیا نے عیسائی آبادی کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے صوبے کے اندر تعلیمی اداروں اور سڑکوں کا جال بچھایا۔ بجٹ کا نمایاں حصہ مشرقی تیمور کے لیے مخصوص کیا۔ ۱۹۹۶ میں عیسائی نمایندہ لیڈروں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذاکرات کیے اور ان کو وسیع تر خود مختاری کی جانب راغب کرنے کی کوشش کی، لیکن عالمی طاقتیں یہ چاہتی تھیں کہ مشرقی تیمور آزاد ریاست بن کر رہے۔ اس لیے جکارتا کی تمام سفارتی کوششیں ناکام رہیں۔

مشرقی تیمور کا ریفرنڈم اقوام متحدہ میں پاکستانی سفارت کار جمشید مارکر (مذہباً عیسائی) کی زیر نگرانی ہوا۔ کوفی عنان نے ۴ ستمبر ۱۹۹۹ کو نیویارک میں سلامتی کونسل میں ریفرنڈم کے نتائج کا اعلان کیا۔ نتائج کے مطابق ساڑھے چار لاکھ کے قریب افراد نے اپنے حق کا استعمال کیا، ۷۸.۵ فی صد نے آزادی کے حق میں جب کہ ۲۱ فی صد نے انڈونیشیا کے اندر خود مختاری کے حق میں رائے دی۔ کوفی عنان نے اعلان کیا کہ اقتدار کی منتقلی تک علاقہ انڈونیشیا کے زیر نگیں رہے گا۔ لیکن ۷ ستمبر سے مشرقی تیمور کے دارالحکومت دلی اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں فسادات پھوٹ پڑے جو بین الاقوامی امن فوج بھیجنے پر منتج ہوئے۔

مشرقی تیمور کی آزادی کے اثرات نومبر میں ہونے والے انڈونیشیا کے صدارتی انتخابات پر لازماً پڑیں گے۔ میگاوتی سب سے بڑی پارٹی (۱۵۵ نشستیں) کی امیدوار ہیں۔ دوسرے نمبر پر گولکار پارٹی کے موجودہ صدر حبیبی (۱۲۰ نشستیں) ہیں۔ یہ سہارتو کا تسلسل اور فوج کے نمایندہ کہے جاسکتے ہیں۔ ان کے امکانات اب کم ہو گئے ہیں۔ رسالہ ٹائم کے مطابق: "صدر حبیبی نے ایک ہی ہفتے میں مشرقی تیمور، عالمی حمایت اور ملک پر کنٹرول سب کچھ کھو دیا (۲۰ ستمبر ۱۹۹۹)۔ (تیسرے نمبر پر عبدالرحمن واحد کی پارٹی (۳۵ نشستیں) اور امین رئیس کی پارٹی (۳۰ نشستیں) ہیں۔ پانچ سو کے ایوان میں ابھی ۳۵ نشستیں فوج کو نامزد کرنا ہے اور مزید ۱۳۵ صوبائی اسمبلیوں سے آنا ہیں جہاں گولکار کے اچھے اثرات ہیں۔ دونوں اسلامی پارٹیاں مل کر شاید کوئی فیصلہ کن اثر ڈال سکیں۔ امکان ہے کہ یہ میگاوتی کی حمایت کریں گی)۔

مشرقی تیمور میں ریفرنڈم جن حالات میں ہوا اور بعد میں جو کچھ ہوا، اس سے قطع نظر یہ اس امر کی مثال ہے کہ کسی علاقے کے لوگوں کی مرضی معلوم کر کے، اس کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے۔ کشمیر اور اس کی مماثلت تلاش کی گئی تو امریکہ کے محکمہ خارجہ نے دونوں کو الگ الگ مسئلہ قرار دیا۔ حالانکہ بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ اہل کشمیر سے ان کی مرضی معلوم کی جائے اور ان کو حق خود ارادیت دیا جائے۔ اقوام متحدہ خود اپنی قراردادوں پر عمل کروانے سے پیچھے ہٹ گئی ہے اس لیے کہ عالمی ٹھیکے داروں کے مفادات اس سے پورے نہیں ہوتے۔ اہل کشمیر کی بدنصیبی یہ ہے کہ انھیں جو وکیل ملے ہیں، انھوں نے اپنی قسمت امریکہ سے وابستہ کر رکھی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر مشرقی تیمور سے انڈونیشی افواج کا انخلا ہو سکتا ہے تو کشمیر سے بھارتی افواج کا انخلا کیوں نہیں ہو سکتا۔ کیا اس لیے کہ اہل کشمیر مسلمان ہیں؟ کشمیریوں کو، اور ان کے پشتیبانوں کو اور حکومت پاکستان کو بھی عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے اور بھارت پر دباؤ کو آخری حد تک پہنچانے کے لیے زیادہ منظم ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com